اسلام میں معذوروں اور مجبوروں کے حقوق

جناب ڈاکٹر احمد سجاد۔ پروفیسر رانچی یونیورسٹی

(۲)

انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ جاریہ کے نام پر معذوروں کی کفالت، بیکاروں کی مدد مسافروں کی سہولت اور مریضوں کے علاج کے لیے وقفِ عامہ کا رواج تھا۔ اس سلسلے میں سرکاری اور نجی دونوں طرح کے ادارے کام کرتے تھے۔ جس کے بچے کھچے بہت سے نمونے آج تک اسلامی دنیا اور ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ ابن الجوزی نے محمد بن حسین ابو شجاع کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اپنے تمام غلّوں کا باقاعدہ عشر نکالتے تھے اور بعض اوقات چھ چھ لاکھ اشرفیاں خیرات و صدقات میں خرچ کر ڈالتے تھے۔ عبدالکریم مصری کے جذبۂ خدمتِ خلق کا یہ عالم تھا کہ کبھی کبھی کسی ضرورت مند کو دس دس ہزار کی خطیر رقم دے دیتے تھے۔ اور ریگستانی علاقوں میں بھی کنواں تیار کروا دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بار سخت بیماری سے اچھے ہوئے تو اُن کی صحت کی خوشی میں ان پر چاندی اور سونا نچھاور کیا گیا۔

ڈاکٹر مصطفےٰ سباعی نے اپنے قیمتی مضمون میں اہلِ خیر حضرات کی تعمیر کردہ سرائے، مسافر خانوں، خانقاہوں، اسپتالوں، کتب خانوں، لنگر خانوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ بعض غریبوں اور معذوروں کے لیے خصوصی مکانات تک بنوائے جاتے تھے۔ کہیں کہیں پلوں، سڑکوں کی تعمیر اور مرمت کا کام بھی ہوتا۔ بعض اوقات لاوارث بچوں، یتیموں، نابینا، لولے، لنگڑے، معذور، اپاہج، لاچار، مجبور اور بے بس لوگوں کے قیام، طعام پرورش اور تعلیم و تربیت کا بھی خاطر خواہ انتظام کیا جاتا۔ کچھ وقف ایسے بھی تھے جن سے بیمار

قیدیوں کی مخصوص دوا اور غذا کا بندوبست کیا جاتا۔ صلاح الدین ایوبی نے دمشق کے قلعہ کے دروازے پر دو پرنالے بنائے تھے۔ جن سے ہفتہ میں دو بار ایک پرنالے سے دُودھ اور دوسرے سے شربت، غریب ماؤں اور بچوں کے لیے بہائے جاتے تھے۔ وہ پرنالے دمشق کے قلعہ میں آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ بعض اوقات سے اسپتالوں میں دیکھ ریکھ اور خدمت کے لیے اُجرت کے لیے ایسے آدمی بحال کر دیئے جاتے جو لاوارث اور غریب مریضوں کی خدمت اور ان کی دلجوئی کرتے تھے۔

علامہ شبلی نے مقریزی کے حوالہ سے حکومت بنی اُمیہ کے تیسرے حکمران ولید بن عبدالملک کے بارے میں لکھا ہے کہ اُسے رفاہ عامہ کے کاموں سے طبعی لگاؤ تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنے عہد میں اُس نے ایک مہمان خانہ عام قائم کیا۔ اور مُلک بھر کے تمام اندھوں اور مفلوجوں کا سروے مکمل کرا کے ان سب کے وظیفے مقرر کر دیئے تاکہ وہ در در کی ٹھوکریں نہ کھاتے پھریں۔ اِسی سلسلہ میں اُس نے ایک عظیم الشان اسپتال کی بنیاد ڈالی جو ۸۸ھ میں بن کر تیار ہوا۔ جس میں بہت سے ڈاکٹر اور جراح بحال کیے گئے۔ (مقالاتِ شبلی۔ جلد ۶ ص ۱۷۸)

عہدِ عباسیہ میں مصر و شام کے گورنر احمد بن طولون نے ۲۶۱ھ میں ایک شاندار اسپتال بنوایا۔ جس کا سالانہ خرچ تین لاکھ روپے ایک وقف سے پورا کیا جاتا۔ اس اسپتال میں پاگلوں اور دوسرے امراض کے مریضوں کے لیے الگ الگ کمرے بنوائے گئے تھے۔ خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانے سے جیل اور دیہاتیوں میں بھی ڈاکٹروں کا تقرر ہونے لگا تاکہ ان مقامات کے غرباء اور مریض علاج سے محروم نہ رہ جائیں۔ دمشق کے شفا خانہ نورالدین زنگی کے وقف نامہ میں سلطان نے واضح طور پر لکھوا دیا کہ:

"جو نایاب دوائیں یہاں کے سوا کہیں نہیں مل سکتیں۔ ان کے استعمال میں غریب اور امیر سب یکساں ہیں۔"

قاہرہ کے شفاخانہ صلاح الدین کے بارے میں علامہ ابن جبیر لکھتے ہیں کہ وہاں عورتوں اور پاگلوں کے لیے الگ الگ وارڈ تھے۔ عورتوں کا علاج لیڈی ڈاکٹروں ہی کے

ذریعہ ہوتا تھا۔ اس اسپتال کو دیکھنے کے لیے سلطان بھی کبھی کبھی وہاں جاتا تھا۔ خاندان دیلمی کے مشہور بادشاہ عضد الدولہ نے بغداد میں "بیمارستان عضدی" کے نام سے ایک اسپتال بنوایا جس کے خرچ کو پورا کرنے کے لیے ساڑھے سات لاکھ روپے سالانہ کی جاگیر وقف تھی۔ اس میں ۲۴ ڈاکٹر بحال تھے۔ ملک المنصور نے قاہرہ میں جو اسپتال بنوایا اُس کے اخراجات کے لیے دس لاکھ روپے سالانہ وقف تھے۔ جہاں بعض دماغی امراض کے علاج میں موسیقی سے بھی مدد لی جاتی تھی۔ لطف یہ ہے کہ بعض غریب مریضوں کو اسپتال سے خارج کرتے وقت اتنے روپے دیے جاتے تھے کہ گھر پہنچ کر وہ اپنی کمزوری رفع کرلیں۔ اور فوراً روزہ روٹی کی فکر میں اپنی صحت دوبارہ خراب نہ کرلیں۔

اسپتالوں کی اُس زمانہ میں کئی قسمیں تھیں۔ مثلاً سفری، مسجدی، فوجی وغیرہ سلجوقیوں کا فوجی اسپتال دوسو اُونٹوں پر چلتا تھا۔

جہانگیر نے ۱۰۱۴ھ میں تخت نشین ہوتے ہی جو بارہ احکام صادر کیے، ان میں ایک یہ بھی تھا کہ:

"در شہر ہائے کلاں دار الشفاء ہا ساختہ اطبا بجہت معالجۂ بیماراں تعین نمایند و آنچہ صرف و خرچ شدہ باشد از سرکار خالصہ می دادہ باشد"

خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کا جذبہ اس قدر رچ بس چکا تھا کہ بعض اوقات سے معذور انسانوں کے علاوہ مریض جانوروں کے علاج معالجہ اور پرورش و نگہداشت کا بھی بندوبست کیا گیا تھا۔ دمشق میں ایک وسیع سبزہ زار بوڑھے معذوروں اور مویشیوں کے لیے وقف کیا گیا تھا۔ یہاں اس قسم کے جانور رہتے تھے اور چرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ مرجاتے تھے۔

غرض یہ کہ اسلام نے قرآن و حدیث کی بنیاد پر جو نظر ڈالی عملی اُصول مقرر کیے، ان کی روشنی میں آغازِ اسلام سے آج تک شاندار کارنامے انجام دیے جارہے ہیں۔ ہندوستان میں دیوبند، ندوہ اور ہزاروں مدارس، یتیم خانے، اسپتال، مسافر خانے، سرائے اسکول اور کالج آج بھی اہلِ خیر کے تعاون اور اوقاف کی آمدنی سے چل رہے

ہیں۔ ہمایوں کبیر مرحوم کے تخمینے کے مطابق صرف ہندوستان کے مسلم اوقاف آج بھی ڈھائی سو کروڑ سے زاید آمدنی کے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہزاروں برس سے آج تک ان کے واقفوں نے اس گراں قدر جائیداد کو اسی لیے وقف کیا ہے کہ اس کی آمدنی سے خلق اللہ کی مدد اور خدمت کی جائے گی۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں کے اوقاف کی جائیدادیں بعض بے ایمان متولیوں اور حکومت کی غفلت سے بُری طرح برباد ہو رہی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ "گردوارہ ایکٹ" کی طرح مسلم وقف کا نظم و نسق بھی چست کیا جائے تاکہ اسلام اور قرآن و حدیث کے منشا کے مطابق اس سے انسانیت کی خدمت کی جا سکے۔ کیونکہ بقول شاعر ؎

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا
کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا

حوالہ جات:

۱۔ مقالاتِ شبلی ــــ علامہ شبلی
۲۔ خطباتِ جمعہ ــــ محمد عبدالحق
۳۔ تحریک اخوان المسلمین محمد شوقی ذکی۔ مترجم: سید رضوان علی ندوی
۴۔ عشر و زکوٰۃ اور زکوٰۃ ۔ سید احمد عروج قادری۔
۵۔ اسلام اور عدل اجتماعی ۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
۶۔ اسلام کا عدل اجتماعی ، سید قطب شہید۔
۷۔ الاسلام ۔ مولانا وحید الدین خان۔
۸۔ ترجمان دہلی ، ۱۵ جون ۷۲ء۔
۹۔ اسلام اور عصر جدید ۔ اپریل ۱۹۷۱ء۔